غزوہ موتہ میں تھوڑے سے مجاہدین نے اس زمانے کی سپر پاور روم کی لاکھوں مسلح افواج کو ناکوں چنے چبوایا تو عرب میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی۔اس کی برکت سے بنی سلیم ،اشجع ،غطفان ،ذبیان اور بنی فزارہ وغیرہ بہت سے قبائل مشرف باسلام ہوئے۔

سریہ ذات السلاسل واقع ہوا۔

شعبان ۸ ھ میں مسلمانوں کے حلیف بنی خزاعہ پر قریش کے حلیف بنی بکر نے دھاوا بول دیا۔قریش نے اپنے حلیف کی امداد کر کے صلح حدیبیہ کے ایک شرط کی مخالفت کا ارتکاب کیا۔

سردارِ قریش ابوسفیان اس عہد شکنی پر نادم ہو کر صلح کی تجدید کے لیے مدینہ آیا۔ان کی بیٹی ام المؤمنین ام حبیبہؓ نے رسول اللہ ﷺ کا بستر لپیٹ کر زمین پر بٹھایا۔پھر اپنا عندیہ بیان کیا، آپ کی طرف سے اثبات میں جواب نہ پا کر حضرت صدیق ؓ پھر فاروق ؓ کے پاس گیا۔کسی نے اس کی حمایت نہ کی۔حضرت علی ؓ کے پاس آیا تو منہ کھٹا کر کے بھیج دیا۔

۱۷ رمضان المبارک ۸ ھ کو رسول اللہ ﷺ 10000 مجاہدین کے ساتھ اچانک مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔قریش مقابلہ نہ کر سکے۔بیت اللہ شریف کے گرد اور اندر ہر جگہ بتوں کا انہدام کیا۔

طاغوت کی معنوی غلاظت سے بیت اللہ شریف کو پاک کرنے کے بعد آبِ زمزم سے کعبہ شریف کو غسل دے کر ظاہری طور پر بھی پاک صاف کر دیا۔

خالد بن الولید ؓ 350 مبلغین کے ساتھ بنی جذیمہ کی طرف تبلیغ اسلام کے لیے روانہ ہوئے۔

شراب اور جوا کی حرمت نازل ہوئی۔مردار اور بت فروشی پر پابندی عائد ہوئی۔

حدود الٰہی میں سفارش سے منع کیا گیا۔ سورۃ النصر نازل ہوئی۔

نکاح متعہ کو روزِ قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

شوال ۸ ھ میں غزوہ حنین برپا ہوا۔12000 مجاہدین میں سے چار شہید ہوئے۔6000 دشمن قید ہوئے۔

فوراً بعد غزوہ طائف واقع ہوا۔قلعہ ثقیف کا کم وبیش بیس دن محاصرہ کیا۔فتح کے بعد حنین کی غنیمت تقسیم کی۔

عروہ بن مسعود ؓ، عکرمہ بن ابی جہل ؓ اور صفوان ؓ مسلمان ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کے تیسرے لختِ جگر حضرت ابراہیم ؓ ابن ماریہ قبطیہؓ نے وفات پائی۔

عقیدۂ ختم نبوت (3)

حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات سماوی

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر رحمۃ اللہ علیہ
تلخیص: ابو محمد

ساتویں شہادت: ﴿وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾ [النساء ١٥٧] ''اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ہم نے اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کو قتل کر دیا؛ حالانکہ انہوں نے اسے قتل کیا نہ پھانسی دی، لیکن ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ اور بیشک اس مسئلے میں اختلاف کرنے والے یقیناً شک میں مبتلا ہیں، انہیں گمان کی پیروی کرنے کے علاوہ اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ اور یقیناً انہوں نے اس کو قتل (شہید) نہیں کیا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ غلبہ والا، کمالِ حکمت والا ہے۔''

اثباتِ رفع جسمی: (۱) یہود نے کہا: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ قتل وصلب ''جسم'' کا ہوتا ہے، صرف روح کا نہیں۔ اس کی تردید میں ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ بھی جسم کے لیے آیا ہے۔ سارے ضمیروں کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ لہٰذا ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ﴾ کی خبر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے، جو روح مع الجسد ہے۔

﴿وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ﴾ ان کی تردید ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ.....﴾ نصرانی فرقے مختلف عقائد رکھتے ہیں، یہود تو ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ﴾ پر متفق ہیں۔ ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ سے یہود کے جزم کی تردید فرمائی گئی۔ فلا تکرار حینئذٍ.

﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ یہ آیت دربارۂ حیات ورفع مسیح علیہ السلام نص قطعی بعبارۃ النص ہے۔

رفع سماوی کے بعد واقعہ صلیبی کا دعویٰ پیش آیا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُم بِالْحَقِّ﴾ [المؤمنون ۷۰] نبی ﷺ حق لے آیا، اس کے بعد کفار نے مجنون کہا۔ ﴿وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ﴾ [الصافات

۳۶،۳۷] اللہ کا رسول ﷺ حق لے کر تشریف لایا، اس کے بعد کفار نے انہیں شاعر اور مجنون کہا۔ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ ۝﴾ [الأنبياء ٢٦] فرشتے پہلے سے مقرب بندے تھے، پھر مشرکوں نے انہیں اللہ کی بیٹیاں کہ دیا۔

(۲) "بل" إبطاليه کے اطراف متضاد في الحكم ہوتے ہیں، اور باہم متفق نہیں ہو سکتے؛ کیونکہ "اجتماعِ ضدین" عقلاً محال ہے۔

اگر کلمہ "بل" کے اس افادے کو تسلیم نہ کیا جائے تو تقریب ناقص رہتی ہے۔ پس آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ﴾ میں بھی ماقبل بَل یعنی مقتولیت ومصلوبیت اور مابعد بَلْ یعنی مرفوعیت میں منافات وعدم اجتماع پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ﴿رَفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ سے مراد رفع روح یا اعزاز واکرام لیا جائے، تو یہ واضح البطلان ہوگا؛ کیونکہ قتل وصلب، رفع روح اور اعزاز واکرام کے ہرگز منافی نہیں۔ پس کلمہ ﴿بَلْ﴾ کے تقاضے کے مطابق رفع روح باطل ٹھہرا۔

اور چونکہ قتل وصلب اور رفع جسمی بحالت زندگی میں منافات ہے، اور دونوں متفق نہیں ہو سکتے۔ اس لیے رفع جسمی کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ زندہ جسم کو اوپر اٹھایا جائے تو اسے سولی پر نہیں چڑھایا جا سکتا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں　　لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

توریت وانجیل میں بھی شہادت کے لیے مراتب عالیہ ثابت ہیں۔ ﴿اِنَّ اللهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ...... فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ [التوبة ١١١] پس بلا جرم شہادت پانا رفع اعزازی کے منافی نہیں۔ لہٰذا ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ میں رفع بلا صلب ہی مراد لینا ضروری ہوا۔

اگر مسیح علیہ السلام کو بزعم یہود مجرم خیال کر کے تنافی پیدا کی جائے تو ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ قصر قلب ہے؛ جس میں مزعوم مخاطب کو برعکس دعوائے متکلم ظاہر کر کے رد کیا جاتا ہے۔

کلام الٰہی ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ کلامِ قصری ہے، جو من باب قصرِ الموصوفِ علي الصفةِ ہے۔ وهو أن لا يتجاوزَ الموصوفُ تلكَ الصفةَ۔ اور قصر قلب ہے لوجودِ مُوجِبه، وليسَ قصرَ إفرادٍ ولا تعيينٍ لفقدانِ مُوجباتِهما۔ اور قصر کے چاروں طریقوں میں سے "قصر

بالعطف" ہے۔ لأنّه اشتملَ علٰی کلمةِ "بَلْ" التی تقتضي ثبوتَ ضدِّ حکمِ ما قبلَه لِما بعدَه ۔ اور قصر میں تمییز بین الخطأ و الصواب ملحوظ ہوتی ہے۔ قصرِ قلب میں متکلم پر واجب ہوتا ہے کہ مثبت و منفی کو منصوص ذکر کرے؛ کیونکہ اس میں نفی غیر اور اثباتِ مذکور بطریق حصر بیان کرنا پڑتا ہے؛ تاکہ مخاطب کے اعتقاد میں جو خطا ہے، اس کی تردید ہو جائے۔ خصوصاً قصر بالعطف میں تو ترکِ تصریح بالمراد ہرگز جائز نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مابعد عاطفہ کا حکم ماقبل کی ضد ثابت نہیں ہوسکتا۔

اس آیت میں بموجبِ عقائدِ امتِ اسلامیہ کے نصّ علی المثبتِ و المنفي موجود ہے۔ یعنی ابطال صلیب: ﴿ما صلبوہ﴾ اور رفع الی السماء: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ اور قتل وصلبِ غیر مسیح پر ﴿وَلٰکِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ مذکور ہے۔ پس ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے سوائے رفع جسمانی کے اور کچھ مراد لینا جائز نہیں۔

(۳) پہلے یہود کی نسبت فرمایا گیا: ﴿وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ﴾ [النساء ۱۵۵] یہاں رفعتِ درجات اور قتل بالظلم جمع ہو گئے۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے زعم باطل کے مطابق مقتول ہوتے، تو بلند درجات میں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیگر مقتول انبیاء کرام سے الگ ذکر فرمایا۔ ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾

سوال: مرزا نے لکھا ہے: مسیح صلیب سے اتارے گئے، پھر خفیہ علاج کراتے رہے۔ اس کے بعد بھاگ کر کشمیر آئے، یہاں 87 سال زندہ رہ کر فوت ہوئے۔

جواب: ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ "رَفَعَ" کا ماضی ہونا بہ نسبت ماقبلِ بل یعنی واقعہ صلیب کے ہے۔ اگر ﴿رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ سے مدتِ مدید کے بعد طبعی موت مراد لی جائے، تو کلام الٰہی میں کذب لازم آئے گا؛ کیونکہ جب رفع مسیح علیہ السلام قبل از واقعہ صلیبی واقع نہیں ہوئی، تو اسے قبل از واقعہ ذکر کرنا کذب ہے۔

سوال: "جسم خاکی" کا صعود إلی السماء کیسے ممکن ہے؟

جواب: "خارقِ عادات" کے وقوع میں دو وجہ سے شک ہوسکتا ہے:

(۱) واقع کرنے والے کے نقص علم کی وجہ سے۔

(۲) اس کے عجز و نقص قدرت کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ ہر دو سے مبرا ہے۔ اس لیے ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ﴾ اور ﴿اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ﴾ میں وقوع کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ بذاتِ خود ایسا

نہ کر سکتے تھے؛ لیکن یہ قدرتِ الٰہی کے لحاظ سے آسان ہے۔

امام رازیؒ نے کہا: ﴿وَكَانَ اللهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝﴾ المرادُ مِن العِزَّةِ كمالُ القدرةِ ومِن الحكمةِ كمالُ العلمِ. آیاتِ قرآنیہ دعاوی مع ثبوت ہیں۔ اس لیے ہر اسم وصفت حسب اقتضائے مقام کے ہوتا ہے۔ رفع إلى السماء میں استبعاد کا وہم اور مشیت کے بارے میں وسوسہ ہوسکتا تھا۔ استبعاد کا وہم دور کرنے کے لیے عزیزٌ اور مشیت سے متعلق وہم دور کرنے کے لیے حکیمٌ فرمایا۔ اور ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ إِلَيْهِ﴾ میں اسم جلالہ استعمال فرمایا، جو جامع اوصافِ کمال ہے۔

سائنس وٹیکنالوجی کے ذریعے بھی گزشتہ زمانے کے بہت سے محالاتِ عادیہ ممکن بالذات ثابت ہو چکے ہیں۔

﴿وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ﴾ [البقرة: ٨٧، ٢٥٣] کی تفسیر میں امام رازیؒ کہتے ہیں: لأنّه هو الذي بشَّرَ مريمَ بولادتِهِ، وإنّما وُلِدَ عيسى عليه السلام بنفخةِ جبريلَ عليه السلام وهو الذي ربَّاهُ في جميعِ الأحوالِ وكان يسيرُ معَهُ حيثُ سارَ، وكان معَهُ حينَ صعدَ إلى السماءِ. [١/ ٤٢٦]

صعود إلى السماء کا امکانِ عقلی: "ممتنع" دو قسم کے ہیں: (١) ممتنع بالذات، (٢) ممتنع بالغیر

ممتنع بالغیر ذاتی لحاظ سے ممکن ہوتا ہے؛ لیکن موانع کے سبب واقع نہیں ہوتا۔ عرف میں "امکان" کے دو معانی ہیں: ایک امکانِ ذاتی، جس کا وجود وعدم ذاتی لحاظ سے مساوی ہوتا ہے؛ گو امورِ خارجی از علل موجبہ یا موانع وعوائق میں سے ایک واقع بلکہ واجب ہوتا ہے۔ اور یہ امکانِ ذاتی وجوب بالغیر اور ممتنع بالغیر کا جامع ہوتا ہے۔ یعنی واجب بالغیر اور ممتنع بالغیر عین حالت وجوب وامتناع میں ذاتی طور پر ممکن ہوتے ہیں؛ کیونکہ عین حالت وجوب وامتناع میں بھی اس کا وجود وعدم مساوی ہوتا ہے، اگرچہ بیرونی امور کے لحاظ سے ان میں سے ایک واجب ہوا ہو۔

چونکہ صعود ونزول سماوی ممتنع بالذات نہیں؛ بلکہ ممتنع بالغیر ہے۔ اس لیے کہ فرشتوں کا صعود ونزول ثابت ہے۔ لہٰذا یہ بشر کی نسبت ممتنع بالغیر ہوگا۔ بسبب عدم استعداد وغیرہ۔ لہٰذا بشر کا صعودِ سماوی ممکن بالذات ہوا۔ اب یہ محالاتِ عادیہ میں سے ہوا نہ کہ محالاتِ عقلیہ میں سے۔ اور محالاتِ عادیہ کا ممکن بالذات ہونا ظاہر ہے۔

لتعذرِ الإحاطةِ بقدرةِ اللهِ.

لہٰذا رفع عیسیٰ علیہ السلام دونوں طریقوں سے قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی

فطرت میں روحِ قدس علیہ السلام کے نفخِ روح کی بدولت "مادۂ قدسیہ" پیدا فرمایا تھا۔ ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝﴾ [سورة الزخرف ٦٠، الكشاف، الرازي، البيضاوي، الشربيني، نواب] بعض مفسرین نے "بدلاً منکم" ترجمہ بھی کیا ہے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قدرت کاملہ کا نمونہ بنایا ہے۔ ﴿وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ [مريم ٢١]، ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝﴾ [الزخرف ٥٩]

سوال: قادر ہونے کے باوجود صرف حضرت مسیح علیہ السلام کو مثل ملائکہ کیوں بنایا؟

جواب: (۱) اللہ قادر مختار ہے، قادر مجبور نہیں۔ فاعل مختار کسی بھی صورت کو اختیار کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ﴾ [الأنبياء ٢٣]، ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ [القصص ٦٨]، ﴿فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝﴾ [هود ١٠٧، البروج ١٦]

(۲) حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اسباب ارضیہ سے نہیں ہوئی، بلکہ نفخِ روح القدس کلمہ "کُـن" سے ہوئی ہے۔ لہٰذا آپ علیہ السلام کو خاص طور پر ملائکہ سے تشبیہ حاصل ہے۔ اسی لیے آسمان کو ٹھکانا بنایا گیا، اور اسی تأثیر ملکوتی سے بچپنے میں کلام کا معجزہ ظاہر ہوا۔ اور یہی مبارک تأثیر احیائے موتی وغیرہ کا سبب بنا۔ واللہ اعلم

کمالاتِ انبیاءِ کرام میں سے چار اوصاف اولوالعزم رسولوں کے لیے ضروری ہیں۔ گو ان میں سے کسی کی نسبت کوئی وصف قرآن پاک میں بیان نہ ہوا ہو: (۱) مبشَّرٌ بِهٖ، (۲) مُبَشِّرٌ، (۳) مُصَدِّقٌ، (۴) مُصَدَّقٌ۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے "مبشَّر بہ": ﴿اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾، ﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ اور دوسری وتیسری صفت مبَشِّر و مُصدِّق: ﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ [الصف ٦]، چوتھی صفت مصدَّق: ﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ [الصافات ٣٧] اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے چاروں صفات ثابت ہوئے۔

سید ولدِ آدم، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے لیے صفت مُبشَّرٌ بِهٖ: ﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي

اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾[الصف:٦]، صفتِ مُصدِّق: ﴿وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾

باقی دو اوصاف مُصدِّق اور مُبشِّر کی تکمیل کے لیے نیا نبی بھیجا جاتا تو **''ختم نبوت''** کا اکلوتا اعزاز نہ رہتا۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا، جن کی بشارت دے کر حضرت محمد ﷺ مُبشِّر بن گئے: ''**يُوشِكُ المسيحُ عِيسَى بنُ مريمَ عليه السلام أن ينزلَ حكَمًا قِسطًا وإمامًا عَدلاً**......'' [مسند أحمد ح:٩١١٠ عن أبي هريرة وصححه الأرنؤط] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے مُصدِّق، جیسے ارشاد فرمایا: ''**إنّ المسيحَ الدجالَ يلبثُ......ثم يجيءُ عيسى بنُ مريمَ عليه السلام مصدِّقًا بمحمدٍ وعلىٰ ملتهِ ثم يقتلُ الدجّالَ**'' [مسند أحمد ح:٢٠١٦٣عن سمرة رضي الله عنه، المعجم الكبير للطبراني ح:١٦٧٢ عن عبدالله بن المغفل رضي الله عنه، ح:٦٩٣٩، ٦٧٧٦ عن سمرة رضي الله عنه، المعجم الأوسط ح:٤٥٨٠، مسند البزار ح:٤٦٣٥ بحواله فتح الباري] **فتح الباري** کی احادیث صحیح یا حسن ہیں۔ [هدي الساري] تفسیر رحمانی: ﴿حَكِيْمًا﴾ **وهي حِفظهُ لتقويةِ دينِ محمدٍ ﷺ حينَ انتهائِهِ إلى غايةِ الضعفِ لظهورِ الدجالِ فيقتُلهُ.** اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''**أنا أولَى الناسِ بعيسَى ابنِ مريمَ فِي الدنيا والآخرةِ**'' [البخاري ح:٣٤٤٣، مسلم ح:٦٢٨١]

آٹھویں شہادت: ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝﴾[النساء ١٥٩] ''ایسا زمانہ آئے گا، جس میں سب اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام پر ان کی موت سے پہلے ضرور ایمان لائیں گے، اور قیامت کے روز آپ علیہ السلام ان کے شاہد ہوں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**لَيُوشِكَنَّ أن ينزلَ فِيكم ابنُ مريمَ عليه السلام حَكَمًا عَدلاً فيكسِرُ الصليبَ ويقتلُ الخنزيرَ ويضعُ الحربَ ويَفيضُ المالُ حتىٰ لا يقبلَه أحدٌ حتىٰ تكونَ السجدةُ الواحدةُ خيرًا مِن الدنيا.**'' **ثمّ يقولُ أبوهريرة** رضي الله عنه: **اِقرءُوا إنْ شِئتُم** ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝﴾ [البخاري ح:٣٤٤٨، مسلم ح:٤٠٦، ٤٠٧]

القسطلاني: إلا ليُؤمِنَنَّ بعيسىٰ عليه السلام قبلَ موتِ عيسىٰ عليه السلام، وهمُ أهلُ الكتابِ الذينَ يكونونَ في زمانِهِ، فتكونُ الملةُ واحدةً، وهي ملةُ الإسلامِ. وبهذا جزمَ ابنُ عباسٍ رضي الله عنه فيما

رواه ابنُ جريرٍ من طريق سعيدِ بن جبيرٍ بإسنادٍ صحيحٍ. [إرشاد الساري، جامع البيان للطبري ۹/۳۷۹-۳۸۰ ح: ۱۰۷۹٤، ۱۰۷۹٥]

امام طبریؒ: وأولى هذه الأقوالِ بالصحةِ عندنا قولُ مَن قال: معنى ذلک "إني قابضُک من الأرضِ ورَافِعُک إليّ" لتواترِ الأخبارِ عن رسول الله ﷺ أنه قال: "ينزلُ عيسى ابنُ مريمَ علیہ السلام فيقتلُ الدَّجّالَ ثم يمكثُ في الأرضِ" مدةً ،اختلفتِ الرواياتُ فيها "ثم يموتُ فيُصلِي عليهِ المسلمونَ ويدفِنونه." [جامع البيان في تأويل آي القرآن ٦/٤٥٨]

﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ لام قسم کا، نون تاکید کا ہے۔نون تاکید مضارع کو مستقبل کے لیے خاص کرتا ہے۔

ابن ہشامؒ: وأما المضارعُ فإنْ كانَ حالاً لم يؤكَّدْ بهما، وإن كان مستقبلًا أُكِّدَ بهما وُجوبًا في نحو ﴿تَاللهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ﴾ [المغني ۲/۲۲] قال الرضي: وأما في المستقبلِ الذي هو خبرٌ محضٌ فلا يدخلُ إلا بعدَ أنْ يدخلَ على أولِ الفعلِ ما يدلُّ على التوكيدِ أيضًا كـ: لامِ القسمِ. [شرح الكافية]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ: "الضميرُ لعيسى علیہ السلام" [فتح الباري، إرشاد الساري، عمدة القاري] دوسری روایت جس میں ضمیر "کتابی" کی طرف بتائی گئی ہے ضعیف ہے۔[فتح الباري] لہٰذا باقی سب اقوال کمزور ہیں۔

آیت کا ماقبل سے ربط: (۱) ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللهُ اِلَيْهِ﴾ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام واپس تشریف لائیں گے یا نہیں؟ تو واپسی کا وقت بتلا دیا۔ پھر سوال پیدا ہوا کہ اس وقت اہل کتاب انہیں پہچانیں گے یا نہیں؟ تو ارشاد فرمایا کہ اس وقت سب بالاتفاق آپ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔

(۲) مضمون کا آغاز اس طرح ہوا: ﴿يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ جس طرح کفار نے کہا تھا: ﴿وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ﴾ [سورة الإسراء ۹۳] "تیرے چڑھنے کو ہم ہرگز تسلیم نہیں کریں گے، جب تک ہم پر ایسی تحریری کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم پڑھ سکیں۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو دو جواب سکھلا دیے:

(۱) ایسے اعتراضات ان کا قومی شعار ہے۔انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿اَرِنَا اللهَ جَهْرَةً﴾

اور یہود کے رذائل بیان فرمائے، جن میں ان کا دعویٰ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ﴾ پر فخر کرنا بھی شامل ہے۔ اس پر خبر دی گئی کہ آخر زمانہ میں یہی یہود اسی نبی برحق کے سامنے ذلیل ہو کر ایمان لائیں گے۔ [تفسیر رحمانی]

(۲) جو کتاب بواسطہ جبریل علیہ السلام نازل فرما رہے ہیں، یہود بے بہود کے کہنے پر اس طریق نزول میں تبدیلی نہیں کریں گے؛ ہاں آخر زمانے میں ان کی سرکوبی کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کو اتاریں گے۔

سوال: سب اہل کتاب کا حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانا ﴿وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ [النساء ٦٤] کے خلاف ہے۔

جواب: (۱) "ایمان" اور "عداوت" کا اجتماع ممکن ہے، جیسے قادیانی اور لاہوری پارٹی کے مابین ہے۔

نیز (۲) ﴿اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ سے مراد قربِ یومِ القیامۃ ہے؛ کیونکہ فنائے عالم کے عرصہ بعد قیامت برپا ہوگی، جب کوئی شخص زندہ ہی نہیں ہوگا تو عداوت کس میں ہوگی؟! جب "قربِ قیامت" مراد ہوئی تو اس سے مراد زمانہ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ "فیبعث اللّٰہ عیسی بن مریم علیہ السلام...... فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة......" [مسلم ح:٧٥٦٨] تو اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ یہودیت ونصرانیت پر قائم ہیں، ان میں بغض وعداوت رہے گی۔

نویں شہادت: ﴿لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ [النساء ١٧٢] نصرانیوں کے مشرکانہ عقائد کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:

(۱): بغیر باپ کے ولادت، (۲): معجزات، (۳): آسمان کی طرف اٹھالیا جانا۔

قرآن مجید وضاحت کر رہا ہے کہ یہ تینوں چیزیں الوہیت کا تقاضا نہیں کرتیں۔

(۱): بغیر باپ کے پیدائش کو حضرت آدم علیہ السلام کی مثال دے کر توڑا: ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۝﴾ [آل عمران ٥٩] یہ تمثیلُ الغریبِ بالأغربِ کے باب سے ہے۔

(۲): معجزات کو دیگر انبیائے کرام کے معجزات کی مثال سے توڑا: ﴿مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [المائدة ٧٥] مثلاً حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی عصا کا سانپ بن جانا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے موتی سے بڑا معجزہ ہے۔

(۳): رفع الی السماء کو ﴿لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ﴾ سے توڑا؛ کیونکہ ملائکہ مقربین اور حاملین عرش عظیم رفع سماوی میں حضرت مسیح علیہ السلام سے بڑھ کر ہیں۔

بلکہ اس آیت کریمہ میں تینوں وجوہ کا رد اکٹھا ہوا ہے؛ کیونکہ ملائکہ بھی بغیر اسبابِ مادی محض امر کُـن سے وجود میں آئے ہیں۔ خوارقِ عادات' بشر سے زیادہ انہیں حاصل ہیں۔ اور رفع سماوی میں بھی ان میں سے اکثر حضرت مسیح علیہ السلام سے بلند تر ہیں۔ [دیکھیے: تفسیر أبي السعود]

دسویں شہادت: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝﴾ [المائدة ١١٧]

﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ یعنی فلمّا رفعتَنی إلی السّمآءِ جواب ہے: ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ﴾ کا۔ لہٰذا یہاں ﴿تَوَفَّيْتَنِيْ﴾ سے مراد موت دینا نہیں ہوسکتا: کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کشمیریوں نے معبود نہیں بنایا تھا، بلکہ بلادِ شام والوں نے بنایا تھا۔ کیونکہ بقول مرزا قادیانی اہل شام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تعلق آپ کی وفات سے 54 سال پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اس دوران انہیں اہل شام کے بگڑ جانے کی خبر نہ ملی تھی۔

پس ﴿ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ﴾ کے جواب میں ''موت'' کا عذر صحیح نہیں۔ بلکہ انہیں عذر ''خروج الی کشمیر'' پیش کرنا چاہیے تھا!! جبکہ عذرِ ''رفع سماوی'' معقول ہے۔ ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ﴾: أرادَ إعلاءَهُ مصاعدًا إلی السماءِ. [تفسیر سواطع الإلهام، التفسیر الکبیر، خازن]

گیارہویں شہادت: ﴿وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝﴾ [مریم ۳۱] ''برکت'' **خیر کثیر** اور **علو** کو کہتے ہیں۔ ﴿لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ﴾ [الأعراف ٩٦]، ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ [غافر ٦٤]، ﴿بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ﴾ [النمل ۸] میں بھی علو مراد ہے۔ ﴿وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا﴾ میں ''علو'' کا ذکر تفسیر کبیر اور سراج منیر میں ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام میں ''خیر کثیر'' اور ''علو'' دونوں خوب ہیں۔ خیر کثیر علاج والے معجزات، احیائے اموات وغیرہ میں ظاہر ہو چکے۔ اور بقایا برکات نزول ارضی پر ظاہر ہوں گی۔ مثلاً اتفاق و یگانگت، کثرتِ مال، رغبت

آخرت اور قتل دجال وغیرہ۔ اور معنیٰ ''علو'' آیت ﴿بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ﴾ میں صریح ہے۔ پس ﴿وَجَعَلَنِیْ مُبَارَكًا اَیْنَمَا كُنْتُ﴾ قبل از رفع، زمانہ رفع سماوی اور بعد نزول ارضی آپ علیہ السلام کے لیے ثابت ہے۔

وجوبِ قبولِ حدیث: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ﴾ [الشوری ٥١] یعنی آوازِ غیبی کے بغیر بھی وحی پہنچنا ثابت ہوا۔

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾ [النجم ٣-٤] یعنی ''حدیث نبوی'' بھی یقیناً وحی الٰہی ہے۔ ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر ٧] نبی ﷺ کے اوامر ونواہی کی اتباع کرنا بحکم قرآن ضروری ہے۔ ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ﴾ [القیامة ١٩] رسول اللہ ﷺ کو ''تفسیر قرآن'' سمجھانے کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لے رکھی ہے۔ ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ﴾ [النحل ٤٤] حدیث نبوی ہی قرآن مجید کی شرعی توضیح وتفسیر ہے۔

حدیث نبوی: ﴿لیوشكنَّ أن ینزلَ فیكم ابنُ مریمَ حكمًا عدلاً فیكسرُ الصلیبَ ویقتلُ الخنزیرَ ویضعُ الحربَ ویفیضُ المالُ حتیٰ لا یقبلَه أحدٌ، حتیٰ تكونَ السجدةُ الواحدةُ خیرًا مِن الدنیا.'' ثم یقولُ أبوهریرة رضی اللہ عنہ: اقرءُوا إنْ شِئتُم ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا ۝﴾ [البخاري ح:٣٤٤٨، مسلم ح:٤٠٦،٤٠٧] یہ حدیث شریف نزولِ مسیح علیہ السلام میں صریح ہے، اسی سے حیات بھی ثابت ہوا۔ نیز راوی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک قبل موته کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے۔ حضرت حسن بصریؒ بھی کہتے تھے: قبلَ موتِ عیسیٰ، واللهِ إنّه الآنَ لَحَیٌّ. [تفسیر الطبري، فتح الباري] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مجمع عام میں کہتے تھے: ''اقرءُوا إنْ شِئتُم'' اس پر کسی بھی صحابی یا تابعی کا انکار مذکور نہیں؛ لہٰذا ''اجماعِ سکوتی'' ہے۔

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: ''لیسَ بینِي وبینَه نبيٌّ، وإنّهُ نازلٌ، فإذا رأیتموهُ فاعرفُوهُ رَجلٌ مربُوعٌ ......'' [سنن أبي داؤد ح:٤٣٢٤، صحیح ابن حبان ح:٦٨٢١ وصححه في الفتح وقال الأرنؤط: علی شرط مسلم] یہ تشریف لانے والا ''مسیح'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اس کا کوئی مثیل ہرگز نہیں۔

عن عبدالله بن عمرو رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ الله ﷺ: ''ینزلُ عیسی بنُ مریمَ إلی الأرضِ